پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تعلیمات تصوف: ضیاء القرآن کا تجزیاتی مطالعہ

The Sufism Teachings of Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari: An Analytical Study of Zia-ul-Qur'an

Muhammad Akhlaq

PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Nerian Sharif, Azad Kashmir

ABSTRACT:

Sufism is not just a religious philosophy; it is also the splendor of Muhammadan Sharia and the delectable fruit of the Shariat tree. The Muhammadan Sharia contains a comprehensive solution to all human issues. Sufism and its adherents have adequately and fully explained this. Islam has been portrayed as a harsh system and a source of terror by a group of self-interpreting Islamic rules due to the convenience and negligence of the Muslim populace. Islam has also been linked to concepts like terrorism, suicide bombers, and gunpowder. In such cases, it is imperative to present all of humanity with a true view of Islam and the religion's true face. Following first best centuries (خیرالقرون) the Sufis and the Saints attained a sizable number in faraway cities and carried out the challenging duty of propagating Islam. Time has also caused the Sufi religion and their homes to lose sight of their original intent. Sufism's revival is the answer to all of humanity's issues, which have been causing constant anxiety in people's hearts. The Holy Qur'an outlines guiding principles for all aspects of a person's life and is the last inspired manifesto for human guidance. The Holy Quran makes no reference of the term "Sufi" or Sufis. Yet, the Holy Quran makes mention of all of the Sufi characteristics.This component of the Sufi way of life makes it clear that Allah, through His chosen servants in the world and the throne, is making reference of the early and late Sufis who lived their entire lives in memory of Allah. The manifestations of the fulfilment of this heavenly promise can be observed all over the nation during the blessed ceremonies(عرس) of saints and Sufis. The Tafsir Zia-ul-Qur'an is a masterwork written by a contemporary commentator who, in addition to other qualities, was a scholarly Sufi and a Sajjada Nashin of the renowned Astana, Peer Muhammd karam shah alazhari.

Keywords:

Tafsir, Tasawwuf , Zia ul quran, Muhammd karam shah

تعارف

تصوف نہ صرف ایک روحانی نظام ہے بلکہ شریعت محمدی کا حسن اور شریعت کے ثمر بار شجر کا شیریں پھل ہے۔ انسان کے تمام مسائل کا جامع ومانع حل شریعت محمدی میں موجود ہے۔ اسی کی تفصیل اور وضاحت تصوف اور اہل تصوف نے نہایت عمدگی سے کی ہے۔ اہل اسلام کی سہل پسندی اور غفلت شعاری کے باعث اسلامی قوانین کی خود ساختہ تشریح کرنے والے ایک گروہ نے اسلام کو ایک ظالمانہ نظام اور خوف کی علامت بنا کر پیش کیا ہے۔ اور دہشت گردی، خود کش حملہ آور اور بارود جیسی اصطلاحات اسلام سے جوڑ دی ہیں۔ ایسے حالات میں ضروری ہے اسلام کی حقیقی تشریح کی جائے اور تمام عالم انسانیت کو اسلام کی حقیقی تصویر دکھائی جائے۔ خیر القرون کے بعد صوفیاء و اولیاء نے ہی امصار بعیدہ میں بسعی بسیار پہنچ کر تبلیغ اسلام کی کٹھن ذمہ داری ادا فرمائی۔ ان کے پیش نظر حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تعلیمات بھی تھیں اور اسوہ رسول ابھی۔ اسی لئے بغیر کسی سپاہ و لشکر کے کئی ممالک مفتوح و مغلوب ہو گئے۔

مرورِ وقت کے ساتھ نظام تصوف اور صوفیاء کے آستانے بھی حقیقی شکل فراموش کر بیٹھے ہیں۔ احیائے نظام تصوف ہی انسان کی ان تمام مشکلات کا حل ہے جس نے قلب انسان کو ہر لمحہ بے چین کر رکھا ہے۔

قرآن مجید جو ہدایت انسانی کا آخری الہامی منشور ہے، انسانی حیات کے تمام پہلوؤں کیلئے راہ نما اصولوں کی وضاحت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ "تصوف" یا صوفی تو ذکر نہیں۔ لیکن صوفیاء کی تمام صفات کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

حیات صوفیاء کا یہ پہلو اظہر من الشمس ہے کہ ذکر الٰہی میں اپنی ساری زندگی بسر کرنے والے متقدمین ومتاخرین صوفیاء کا ذکر اللہ کریم عرش پر بھی کر رہا ہے اور اپنے پسندیدہ بندوں کے ذریعے دنیا میں بھی کروارہا ہے۔ اولیاء وصوفیاء کے اعراس مبارکہ کے دوران تو اس وعدہ الٰہی کی تکمیل کے مظاہر پورے جوبن پر ہوتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں صوفیاء کو تین قسموں میں تقسیم کیا تھا، جن میں ایک گروہ نام نہاد صوفیاء کا تھا ۔ تفسیر ضیاء القرآن ماضی قریب کے ایک ایسے مفسر کے قلم کا شاہکار ہے جو دیگر صفات کے ساتھ ساتھ ایک باعلم صوفی اور عظیم آستانہ کے سجادہ نشین بھی تھے، ان کی تفسیر میں آیات قرآنی سے ماخوذ ایک مکمل نظام تصوف موجود ہے۔ جس میں تمام پہلوؤں پر کھل کر بحث کی گئی ہے اور اگر ان تعلیمات کو اپنایا جائے تو نظام تصوف میں بہتری اور خانقاہوں میں تزکیہ وتصفیہ کے وہی مناظر آئیں گے جو اسلاف کا طرہ امتیاز تھے۔

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب کے ایسے عظیم صوفی ہیں، جن کی شخصیت کو حقیقی معنوں میں ہمہ جہت کہا جا سکتا ہے۔ سید خورشید احمد گیلانی مرحوم اپنی کتاب رشک زمانہ لوگ میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کا جامع تعارف ان الفاظ میں کروایا ہے۔

"حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے سر میں دماغ عالمانہ، سینے میں دل صوفیانہ اور ہاتھ میں قلم ادیبانہ تھا۔ ان کا اسلوب تصنیف محققانہ، طرز زیست قلندرانہ اور انداز نگارش ہمیشہ ساحرانہ رہا"۔[1]

"آپ کی پیدائش رمضان المبارک 1336ھ بمطابق یکم جولائی 1918ء سوموار کی شب بعد نماز تراویح بھیرہ، ضلع سرگودھا صوبہ پنجاب میں ہوئی۔ آپ کے والد پیر محمد شاہ ہاشمی تھے"۔

"آپ کے نام کے بارے میں آپ کا اپنا قول ہے کہ "حضرت پیر کھارا صاحب"، پیر محمد کرم شاہ المعروف "ٹوپی والے سرکار" کے ساتھ آپکے خانوادہ کے نسبی تعلقات ہیں۔ اس لیے آپکے جدِ امجد پیر امیر شاہ نے انہی کی نسبت سے آپ کا نام محمد کرم شاہ تجویز فرمایا آپ کا شجرہ نسب شیخ الاسلام مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردیؒ سے جاملتا ہے"۔

ان کی ولادت وتربیت ایسے خاندان میں ہوئی جو تعلیمات تصوف کی عملی تصویر تھا۔ ان کے خاندان کا تعلق برصغیر کی نامور ہستی حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی[2] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھا۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے دیوان فتح شاہ صاحب[3] لاہور سے ہجرت کرکے بھیرہ کے قدیم شہر میں آکر آباد ہوئے۔ ان کا مزار سخی اعظم شاہ قبرستان میں موجود ہے، ان کے ساتھ خاندان کے دیگر بزرگان کے بھی مزارات بھی ہیں۔

حضرت پیر امیر شاہ اسی خاندان کے ایک نامور فرد ہیں، جو حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کے جد امجد ہیں۔ حضرت پیر امیر شاہ رحمۃ اللہ کا سن ولادت 1837ء ہے۔[4]

دارالعلوم بھیرہ شریف کے استاذ بابر حسین بابر ان کی خاندانی نجابت و تقوی کے متعلق لکھتے ہیں۔

"جب ہم اس تناظر میں حضرت امیر السالکین کی ذات ستودہ صفات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خاندانی نسبت وشرافت بھی اعلی درجے کی ملی تھی اور دولت تقویٰ وطہارت بھی[5]"۔

ان کا لقب امیر السالکین تھا، انہوں نے مختلف مزارات پر مجاہدے کئے اور آخر سیال شریف حاضر ہو کر روحانی فیض اور خلافت حاصل کی اور بھیرہ میں آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کا ذکر جمال کرم میں پروفیسر حافظ احمد بخش نے یوں کیا ہے۔

" حضرت شمس العارفین شمس الدین خواجگان چشت کا فیض لٹا رہے تھے، حضرت امیر السالکین نے بھی اپنی چادر پھیلا دی۔ کرم کی گھٹا چھائی۔ سائل
کی سچی طلب دیکھ کر دل کھول کر برسی اور اتنی برسی کہ آج تک "فیضان کرم" جاری ہے"۔[6]

تعلیمی مراحل کا مختصر تذکرہ:

"حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اپنے دور کے قدیم وجدید علوم میں مہارت تامہ حاصل کی اور اپنی تخلیقی فکر سے جدید و قدیم کے امتزاج سے نصاب تعلیم میں نئی سوچ عطا کی۔ قدیم علوم کیلئے مختلف علماء کے پاس درس نظامی کی مختلف کتب پڑھیں اور دورہ حدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضرت صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکمل کیا۔ اس کے ساتھ جدید تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اور 1941ء میں اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فاضل عربی میں پنجاب بھر میں پہلی پوزیشن لیکر فاضل عربی کا امتحان پاس کیا"۔[7]

مزید دنیاوی وعصری تعلیم کیلئے اس وقت کی ملکی اور غیر ملکی یونیورسٹیز میں داخلہ لیا۔

"1945ء میں جامعہ پنجاب سے بی اے کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ ستمبر 1951ء میں جامعہ الازہر مصر میں داخلہ لیا اور ساتھ ہی ساتھ جامعہ قاہرہ سے ایم-اے کیا۔ جامعہ الازہر سے ایم- فِل نمایاں مکمل کیا۔ یہاں آپ نے تقریباً ساڑھے تین سال کا عرصہ گزارا"۔[8]

تکمیل تعلیم کے بعد دینی خدمات کے لئے میدان عمل میں اترے اور اپنی حیات مستعار کا ہر لمحہ رضائے الٰہی میں بسر کرتے ہوئے تدریس، تصنیف، تقریر کے تینوں شعبوں میں گرانقدر خدمات سر انجام دیں، نیز صحافت میں بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا۔ اور پاکستان کی عدالت عظمٰی کے شریعت اپیلٹ بنچ اور وفاقی شرعی عدالت میں جج کی حیثیت سے بھی خدمات پیش کیں۔ یعنی کہ خدمت اسلام کے جملہ پہلوؤں میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں۔ اور ان میں بے شمار صفات وپہلوؤں مد نظر رکھتے ہوئے انہیں "ضیاء لامت" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو اس معنی میں بالکل حقیقت کے قریب ہے کہ آپ نے اپنی تعلیمات کی روشنی سے امت کیلئے چہار جانب ضیائیں بکھیری ہیں۔

"پیر محمد کرم شاہ الازہری جنہیں ان کے عقیدت مند ضیاء الامت کے لقب سے یاد کرتے ہیں، ایک نابغۂ روزگار اور ہشت پہلو شخصیت تھے۔ ایک جید عالم دین، عظیم مفسر قرآن، منفرد سیرت نگار، صاحب نظر صوفی تھے۔ دینی تعلیم و تدریس، صحافت، قانون، اور مختلف شعبۂ ہائے زندگی میں انہوں نے یادگار نشانیاں چھوڑی ہیں"۔[9]

ان دینی خدمات کو دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، ضیاء القرآن، ضیاء النبی، الکرم انٹرنیشنل انسٹیوٹ اور ہزاروں طلباء و مریدین کی صورت میں آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ خدمت دین کا یہ سلسلہ اب بھی پوری آب و تاب کے ساتھ استقامت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

تصوف کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

تصوف ایک مکمل نظام تربیت ہے۔ جس سے انسان اپنے دل کا تزکیہ کرتا ہے۔ اس کی بنیاد قرآن مجید کی آیات اور رسول کریم ﷺ کے فرامین میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اندگیاں اس کا عملی نمونہ تھیں۔ اگرچہ ان اصطلاحات کا وجود نہ تھا جو بعد ازاں تصوف کی پہچان بن گئی ہیں۔ اسی سے بعض دانشور اور فکر صوفیاء سے مطابقت نہ رکھنے والے سکالرز نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا تصوف سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ تصوف کی حقیقت کو جاننے کیلئے اکابر صوفیاء کی آراء کا جاننا ضروری ہے۔ کشف المحجوب تصوف کی اولین و اہم ترین کتب میں سے ایک ہے۔ اس میں حضرت علی بن عثمان الھجویری العروف داتا گنج بخش لکھتے ہیں۔

"تصوف کا اصل مادہ صوف ہے، جس کا معنی ہے اون۔ اور تصوف کا لغوی معنی ہے اون کا لباس پہننا، جیسے تقمص کا معنی ہے قمیص پہننا"[10]۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے تصوف کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھا ہے۔

صوفیا کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں:

"اپنے اندر کا تزکیہ اور تصفیہ کرنا، یعنی اپنے نفس کو نفسانی کدورتوں اور رذائلِ اخلاق سے پاک وصاف کرنا اور فضائلِ اخلاق سے مزین کرنا"[11]۔

رسالہ قشیریہ میں عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف اور صوفیاء کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے درج کیا ہے۔

"صوفیا ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے ظاہر سے زیادہ اپنے باطن (اندر) کے تزکیہ اور تصفیہ کی طرف توجہ دیتے ہیں اور دوسروں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ اب لفظ صوفیا، اپنے لغوی معنی (اون کا لباس پہننے والے) میں استعمال نہیں ہوتا، بلکہ ایسے لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو اپنے اندر کے تزکیہ و تطہیر کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اور اب یہ لفظ ایسے ہی لوگوں کے لیے لقب کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ لیکن چوں کہ ابتدا میں ایسے لوگوں کا اکثر لباس صوف (اون) ہی ہوتا تھا، اس وجہ سے ان پر یہ نام پڑ گیا، اگرچہ بعد میں ان کا یہ لباس نہ رہا"۔[12]

تصوف کی اہمیت

"حدیث کی کتابوں میں ایک حدیث "حدیثِ جبرئیل" کے نام سے مشہور ہے، اس میں ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوالات کیے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ:

يَا رَسُولَ اللهِ مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: الإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔[13]

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ احسان کیا ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو، بھلا اگر تم خدا کو دیکھ نہیں رہے، تو کم سے کم یہ یقین کرلو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

بندہ کے دل میں اسی احسان کی کیفیت پیدا کرنے کا صوفیا کی زبان میں دوسرا نام تصوف یا سلوک ہے۔ تصوف دراصل بندہ کے دل میں یہی یقین اور اخلاص پیدا کرتا ہے۔ تصوف مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں، بلکہ مذہب کی روح ہے۔ جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ لاش ہے، اسی طرح اللہ کی عبادت بغیر اخلاص کے بے قدر و قیمت ہے۔ تصوف بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی محبت پیدا کرتا ہے۔ اور خدا کی محبت بندہ کو مجبور کرتی ہے کہ وہ خلقِ خدا کے ساتھ محبت کرے، کیوں کہ صوفی کی نظر میں خلقِ خدا، خدا کا عیال ہے۔ اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی عیال دار کے ساتھ بھلائی شمار ہوتی ہے خدا کی ذات کی محبت بندہ کو خدا کی نافرمانی سے روکتی ہے اور بندگانِ خدا کی محبت بندہ کو ان کے حقوق غصب کرنے سے روکتی ہے۔

اس لیے صوفیا حضرات کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری طرح ادا کرتے ہوئے گذرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز انسان کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنائے اور اس کے بندوں کا خیر خواہ بنائے اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا"۔

علامہ اقبال کا تصوف کی اہمیت کے بارے میں نکتہ نظر:

"تصوف اور اہلِ تصوف کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا: ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے چھ کروڑ (85 فیصد) مسلمان یقیناً اہل تصوف کے فیوض وبرکات کا نتیجہ ہیں"۔[14]

تفسیر ضیاء القرآن اور تصوف

عربی اور فارسی کے بعد اردو زبان کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اسلامی تعلیمات پر مبنی تحریری مواد کا وافر ذخیرہ اس میں موجود ہے۔ قرآن کریم کو اردو زبان کا جامہ پہنانے والوں نے حتی الوسع کوشش کی کہ وہ اپنے علم و معرفت سے مفاہیم قرآن کو اردو زبان میں بیان کرسکیں۔ اس ترجمہ قرآن کے بعد کا دور اردو تفسیر کا ہے۔ جس میں مختلف مفسرین نے اپنے علم و فن کے جوہر دکھائے ہیں اور اس طرح اردو زبان کا تفسیری ادب یا تفسیر قرآن میں اردو ادب کا ایک ایسا ذخیرہ دنیا ادب میں آچکا ہے جس پر بجا طور پر اہل اردو فخر کرسکتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں اہل علم نے فن تفسیر میں اپنی خدمات پیش کیں۔ انہی مفسرین میں ایک اہم نام پیر محمد کرم شاہ الازہری کا بھی ہے جن کی تفسیر ضیاء القرآن اردو ادب کا اہم ترین اثاثہ ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن مصنف کی تقریباً 19 سالہ محنت کا شاہکار ہے۔ سورۃ الناس کی تفسیر مکمل کرنے کے بعد تکمیل کا یہ نوٹ اس کی تاریخ آغاز واختتام کے بارے میں بتاتا ہے۔

"اپنے رحیم و کریم اور عزیز و حکیم پروردگار پر توکل کرتے ہوئے یہ نحیف وضعیف مسافر جس منزل کی طرف یکم رمضان المبارک 1379ھ بروز دوشنبہ (29 فروری 1960ء) روانہ ہوا تھا، اپنے کریم و رحیم اور عزیز و حکیم پروردگا کی توفیق سے آج بتاریخ 29 رمضان المبارک 1399ھ بروز خمیس (23 اگست 1979ء) اس منزل پر اس ساعت سعید میں پہنچا جب موذن عصر کی اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ کا جان پرور اور جہاں افروز اعلالت کر رہا ہے میں بھی اعلان کرتا ہوں:

"اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمد رسول اللہ"[15]

تفسیر کے دیگر محاسن اور موضوعات کے ساتھ تصوف کو بھی ایک جامع نظام کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ مفسر کا تعلق خود اسی میدان سے تھا اور وہ ایک سچے صوفی اور ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین تھے، چنانچہ اس تمام نظام سے آگاہ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ خانقاہ ایک بار پھر قرون اولیٰ کی طرح انسان کی فلاح اور انسان کی تعلیم وتربیت کا مرکز بن جائے۔ اور اپنی خانقاہ پر انہوں نے دارالعلوم اور مسجد کے نظام کو جوڑ کر ہدایت کی ایک ایسے سہ جہتی مرکز کے قیام کی بنیاد فراہم کر دی تھی، جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک انسان کی ہر پہلو میں رہنمائی کے قابل ہو۔

قرآن پاک میں اگرچہ لفظ تصوف استعمال نہیں ہوا، لیکن وہ تمام امور جو صوفیاء تربیت نفس کیلئے اختیار کرتے ہیں۔ ان کا تذکرہ اور اشارہ قرآن مجید میں ملتا ہے۔ گویا سلسلہ تصوف کی کوئی بات بھی خلاف قرآن نہیں ہے۔ اور اہل تصوف نے اپنی جانب سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ بلکہ تمام امور قرآن وسنت کی رہنمائی میں ترتیب دیئے ہیں۔ مکمل تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے صوفیہ واولیاء کرام کی صفات ،ان کے معمولات حیات اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مختصر تذکرہ کیا جائے گا۔

تفسیر ضیاء القرآن میں اولیاء وصوفیاء کی مذکور صفات

تفسیر ضیاء القرآن میں اولیاء وصوفیاء کی مذکور صفات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اخلاص:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔[16]

ترجمہ: (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حاصل اور توحید کا سب سے اونچا مرتبہ یہ ہے جہاں انسان کھڑا ہو کر یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سجدہ ریزیوں کا مقصد اور میری ہر طرح کی نیاز مندیوں اور عبادتوں کا مدعا صرف اللہ تعالی ہے۔ میری زندگی اور میری موت صرف اسی کی رضا جوئی کے لئے ہے۔ میں اس کے ہر حکم کے سامنے سرافگندہ ہوں اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی۔ اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں۔[17]

رضائے الٰہی کا حصول:۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔[18]

ترجمہ: " کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔

ان آیات کی تفسیر میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے محبت الٰہی اور محبت رسول کی اہمیت کو تفسیر مظہری کی روشنی میں بیان کیاہے۔ یہ تفسیر مظہری کا خلاصہ و حاصل بحث ہے۔

"حضرت بعض علماء نے یہاں محبت طبعی اور اختیاری کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھاہے کہ جہاں تک انسان کا اختیار ہے وہ اللہ اور رسول سے زیادہ محبت کرے اور اگر بلا اختیار وہ کسی اور سے زیادہ محبت کرے تو ہرج نہیں۔"[19]

اس کے بعد علامہ پانی پتی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے حصول کا طریقہ بتاتے ہیں۔

"وذلك كمال الايمان ولا يكتسب ذلك الا من مصاحبة ارباب القلوب الصافية والنفوس الزاكية"

کہ یہ نعمت بجز اولیاء کاملین کی صحبت کے نصیب نہیں ہو سکتی"۔[20]

قرب الٰہی

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ۔[21]

سنو! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔

اولیاء کا لفظ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ولی اور صوفی کی اصطلاح ایک ہی معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ اور ولی کی نشانی اور پہچان اس کے لفظ کے اندر ہی پوشیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ اور اس قرب خاص کے بعد اس کی زندگی میں یہ تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں۔

"صوفیاء کرام کی اصطلاح میں "ولی" اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب و روز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور سکی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ یہی وہ مقام ہے جسے "فنا فی اللہ" کا مقام کہتے ہیں"۔[22]

تبتل

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔[23]

ترجمہ: تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

تبتل کا مفہوم علامہ آلوسی نے یہ بتایاہے کہ:

"وانقطع إليه تعالى بالعبادة وجرد نفسك عما سواه عزّ وجلّ واستغرق في مراقبته سبحانه"۔[24]

ترجمہ: ہر طرف سے تعلق توڑ کر اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول ہو جا اور اپنے نفس کو ماسوا کے خیال سے پاک کرے اور ہر وقت اللہ تعالی کے مراقبہ میں مستغرق ہو جا۔

معمولات اولیاء وصوفیاء

بیعت

سلسلہ تصوف میں شامل ہونے کیلئے بیعت کی جاتی ہے، اس کی بنیاد قرآن مجید میں سورہ الفتح میں بیان کی گئی یہ آیت کریمہ ہے۔ جس میں رسول کریم ﷺ کے دست پر بیعت کرنے والوں کو خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔[25]

ترجمہ: جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔

اس بیعت صوفیاء اور بیعت رسول میں مطابقت کے بیان کیلئے پیر محمد کرم شاہ الازہری نے علامہ اسمعیل ح کی تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ

صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اس آیت کی یہ تشریح کرتے ہیں۔

"اہل حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت بعینہ اس فرمان خداوندی کی طرح ہے کہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی ذات وصفات سے فنا ہو کر بقاباللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اس لیے جو فعل حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے صادر ہوتا، درحقیقت اللہ سے صادر ہوتا۔ آج کل ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور اسی سنت کا اتباع ہے"۔[26]

سحر خیزی

انسان کی تربیت، اخلاق کی اصلاح اور انفرادی و اجتماعی فلاح کیلئے سحر خیزی کی عادت بہت معاون ہے۔ جدید ماہرین نفسیات و سماجی علوم نے بھی اپنے نظام زندگی کی تنظیم کیلئے بروقت سونے اور جلدی جاگنے کو بہت مفید قرار دیا ہے۔ مذہبی اور روحانی ترقی کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے قیام لیل کو بہت مؤثر کہا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کیلئے دونوں جہات سے اس پر عمل کا دوہرا فائدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا [27]۔

ترجمہ:۔"بلاشبہ رات کا قیام (نفس کو) سختی سے روندتا ہے اور بات کو درست کرتا ہے"۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن نے اس مقام پر رات کے جاگنے اور اپنے نفس کو تربیت دے کر بارگاہ الٰہی کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی بندگی کے اظہار اور اپنے خالق ومالک سے اظہار وفاداری کیلئے طلوع فجر سے قبل کے لمحات کی اہمیت اس طرح بیان کی ہے۔

"رات کو خواب راحت سے بیدار ہونا، نرم اور گرم بستر سے اٹھ کر وضو کرنا، نماز پڑھنا، ذکر اذکار کرنا نفس کے لیے بہت گراں ہے۔ اس لیے جو شخص شب بیداری اور سحر خیزی کو اپنی عادت بنالیتا ہے وہ گویا سرکش نفس کی سرکوبی کر رہا ہے اور اس کے غرور ونخوت کو پاؤں تلے روند رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے چند روز تو نفس اس کو ناگوار سمجھتا ہے اس سے بچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر اس کو اٹھا کر مصلی پر کھڑا کر دیا جائے تو اونگھنے لگتا ہے، نماز میں خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوتا۔ کم ہمت سالک یہ خیال کر کے اس نماز سے کیا فائدہ جس میں خضوع نہ ہو، نفس کے اس فریب کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ لیکن ارباب عزیمت نفس کی ان چالوں میں ان نفس کی ان

چالوں میں نہیں آتے۔ وہ اس کی ان حرکتوں کے باوجود سحری کو اٹھنے کی مشق جاری رکھتے ہیں۔ چند روز بعد جب ان کا سرکش نفس، سدھائے ہوئے گھوڑے کی طرح ان کے اشارے پر عمل کرنے لگتا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی"۔[28]

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام کو بھی سحری کے وقت جاگنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام بڑے ذوق وشوق سے سحری کے وقت بیدار ہوتے اور مصروف عبادت رہا کرتے۔ انہی ارشادات نبوی کے طفیل اولیائے امت اور صالحین سحری کے وقت جاگ کر اپنے رب کے ذکر اور اس کی یاد میں مصروف رہتے ہیں"۔ علامہ اقبال نے خوب کہا ہے:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی[29]

خوف وحزن سے آزادی

قرآن کریم میں لفظ ولی جس معنی میں استعمال ہے، اسی کو اصطلاح میں صوفی کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کی پہچان اور ان کی ایک نشانی بیان کر دی ہے۔ جس سے ان کی شان بھی معلوم ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔[30]

ترجمہ:۔"سنو! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم گین ہوں گے"۔

آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا۔

"صوفیاء کرام کی اصطلاح میں "ولی" اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب وروز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور سکی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ یہی وہ مقام ہے جسے "فنافی اللہ" کا مقام کہتے ہیں"۔[31]

اسی خوف وحزن سے آزادی کو کئی مقامات پر اطمینان قلب، نفس مطمئنہ کے دلفریب القابات سے یاد کیا گیا ہے۔

چلہ کشی

عمومی طور پر بیعت کے بعد چالیس روز پر مشتمل ایک تربیتی عرصہ ذکر واذکار میں گذارا جاتا ہے۔ جسے چلہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں بھی چالیس راتوں کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰي ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔[32]

"اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور مکمل کر لیا اسے دس مزید راتوں سے، سو پوری ہو گئی اس کے رب کی میعاد چالیس راتیں"۔

"انھیں حکم دیا گیا کہ یہ مدت (جو پہلے تیس اور پھر چالیس روز کر دی گئی) تمام مشاغل سے الگ تھلگ ہو کر یاد الٰہی میں بسر کریں تاکہ ذکر و فکر سے روح و قلب کو وہ قوت و توانائی حاصل ہو جائے جس سے وہ اس بار گراں کو اٹھا سکیں۔ اولیاء کرام کی چالیس روزہ چلہ کشیوں کی یہی اصل ہے"۔[33]

عرس کی تقریب

عرس مبارک ایک سالانہ تقریب ہے جس میں سالکین دور سے آکر ہر سال مزار پر حاضری دیتے، ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اور اس بزرگ کے مزار پر ہونے والی رحمت الٰہی سے اور انوار الٰہی کی برسات سے اپنا حصہ حاصل کرتے ہیں۔

حضور ﷺ ہر سال شہداء احد کے مزارات پر جاتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے تھے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۔[34]

ترجمہ:۔"سلامتی ہو تم پر بوجہ اس کے جو تم نے صبر کیا پس کیا عمدہ ہے یہ آخرت کا گھر"۔

تفسیر ضیاء القرآن میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کی تفسیر میں مختلف عقائد کو بیان کیا ہے۔ جن میں حاضری مزارات، ہر سال حاضری اور ساتھ ہی دیگر صحابہ کرام کا معمول بھی بیان فرمایا ہے۔ اور اس سالانہ تقریب سے سالانہ عرس کا ثبوت بھی دیا ہے۔ تفسیر قرطبی کے حوالے سے تفصیلات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ معمول تھا کہ غزوہ احد کے بعد ہر سال کی ابتدا میں شہداء احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور جب اس وادی کے دہانہ پر پہنچتے تو فرماتے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اے پیکران صبر ووفا اس صبر کے بدلے جس کا مظاہرہ تم نے احد کے میدان میں کیا، تم پر اللہ تعالیٰ کے سلام ہوں، کتنا اچھا بدلہ ہے جو تمہیں عطا فرمایا گیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد حضرت ابو بکر ہر سال جایا کرتے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جایا کرتے۔ اولیاء کرام کے اعراس اور مزارات پر حاضری کی یہ روشن دلیل ہے"[35]۔

سجادہ نشینان جو اس سارے نظام تصوف کا مرکزی کردار ہیں، ان سے ہی پوری قوم کی ہدایت جڑی ہوئی ہے۔ اس لئے ان کی اصلاح در اصل قوم کی اصلاح ہے۔ تصوف میں سلسلہ کو آگے چلانے کیلئے بھی اسی فرد کو خلافت دی جاتی ہے، جو خود کو اپنے علم و عمل سے اس کا اہل ثابت کرتا ہے، وگرنہ وہ سجادہ نشین بننے کا اہل نہیں۔ مگر موجودہ دور میں اس سارے سلسلہ میں بہت کم آستانے تربیت کا یہ معیار قائم رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے سجادہ نشینان اور صاحبان مسند کی تربیت کیلئے آیت قرآنی سے استشہاد کیا ہے۔ اور ان کی یہ خواہش رہی ہے کہ یہ طبقہ اپنی اصلاح کے بعد قوم کی اجتماعی تربیت کا حقیقی اہل ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔[36]

ترجمہ:۔"پس جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جنھوں نے ضائع کیا نمازوں کو اور پیروی کی خواہشات (نفسانی) کی سو وہ دوچار ہوں گے اپنی نافرمانی (کی سزا) سے"۔

آیت کی تفسیر میں انتہائی دکھ اور احساس زیاں کے ساتھ تحریر فرمایا۔

"بڑے بڑے اولیاء کاملین کی اولاد دین سے کس قدر دور اور احکام شریعت کی پابندی سے کس طرح آزاد ہے۔ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر حساس دل تڑپ اٹھتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں جن کے آباؤ واجداد کی ساری عمریں اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں گزریں جن کے دن جلال خداوندی سے کانپتے ہوئے اور جن کی راتیں جمال الٰہی کی دید کے شوق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے گزرتی تھیں، جن کا ایک قدم بھی جادہ شریعت سے ہٹا ہوا نہ تھا۔ جن کا علم، جن کا عرفان، جن کا اثر و رسوخ اور جن کی

دولت محفل جا ئیے دین حنیف کیلئے وقف تھی۔ جن کی کتاب زندگی کا ہر ورق روحانیت کے انوار سے منور تھا ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والے فسق وفجور کی رنگینیوں میں کھو کر رہ گئے ہیں۔ اطاعت وانقیاد کی راہ چھوڑ کر انھوں نے سرکشی اور نافرمانی کا راستہ کیوں اختیار کر لیا ہے۔ وہ اس آیت طیبہ میں کیوں غور نہیں کرتے۔ ان کی غفلت کیشیوں کے باعث ان کے اسلام کرام کے حق میں گستاخ زبانیں کھلنے لگی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی بداعمالیوں سے ان عقائد حقہ کو زک پہنچ رہی ہے جو ان کے آباؤ اجداد کے عقائد تھے۔ ان کی عملی بدکاریوں کے شور وشغب میں کوئی ان علمی دلائل پر غور کرنے کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ اس پیہم بے راہ روی سے وہ صرف اپنی لٹیا ہی ڈبو نہیں رہے بلکہ ساری قوم کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ خدارا اپنی اس غلط روش سے باز آجاؤ"۔ [37]

خلاصہ بحث

اصلاح نفس کا جو طریقہ کار قرآن کریم کی روشنی میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ نے عملی طور پر اپنایا، اسی پر چلتے ہوئے صوفیہ کرام بھی

قرب الہی کی منزلوں کو پا گئے۔ اور یہی رستہ اپنے ماننے والوں کو دکھا گئے ہیں۔ اب جس نے بھی اپنے رب کا قرب حاصل کرنا ہے اسے اسی رستے پر چلنا ہوگا جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

قرآن وسنت کی خلاف ورزی کرنے والا تو پکا مومن ہی نہیں، چہ جائیکہ وہ صاحب ارشاد ہو اور مسند نشین ہو۔ اسی لئے ہر فرد کی عمومی اور سجادہ نشینان وسجادگان کی خصوصی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ہر لمحہ کو رضائے الہی کے حصول میں صرف کریں۔

سفارشات

1۔ تفسیر ضیاء القرآن کے مختلف موضوعات پر تحقیقی کام ہونا چاہیئے۔

2۔ صوفیہ کرام کو قرآں کی تعلیمات کے مطابق اپنی روایات تصوف کو از سر نو مرتب کرنا چاہیئے۔

3۔ ضیاء القرآن اور دیگر تفاسیر کے صوفیانہ مباحث کا تحلیلی وتجزیاتی مطالعہ ہونا چاہیئے۔

---

[1] گیلانی، خورشید احمد، رشک زمانہ لوگ، لاہور: خورشید گیلانی ٹرسٹ لاہور س ن، ص 62

[2] حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کے جد بزرگوار مکہ سے خوارزم آئے اور وہاں سے ملتان آکر آباد ہوئے۔ ان کی زندگی حقیقی صوفی کی ہے جو مجاہدہ کے ساتھ مجاہدانہ خصوصیات کی حامل تھی۔ ان کی ولادت 560 ہجری اور وفات 661 ہجری میں ہوئی۔ ان کی تعلیمی وتبلیغی خدمات کی ہی بدولت وہ سارا خطہ اسلام کے نور سے منور ہوا جو آج پاکستان میں شامل ہے۔

[3] یہ وہ بزرگ ہیں جو حضرت محمد غوث کے ساتھ لاہور سے بھیرہ آئے اور ان کے نام کے ساتھ ساکن بھیرہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ ان اولین افراد میں سے ہیں جو بھیرہ آکر آباد ہوئے۔

[4] حافظ احمد بخش، جمال کرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ج 1 ص 15

[5] بابر حسین بابر، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور جولائی 2006 ص 94

[6] حافظ احمد بخش، جمال کرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ج 1 ص 41

[7] حافظ احمد بخش، جمال کرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ج1 ص19

[8] ایضا

[9] حافظ احمد بخش، جمال کرم، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ج1 ص19

[10] ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، اردو ترجمہ عبد الرحمٰن طارق، لاہور، ادارہ اسلامیات، ط: اول، 2005ء، ص:416

[11] چشتی، یوسف سلیم، پروفیسر، تاریخ تصوف، لاہور، دار الکتاب، طبع اول 2009ء، ص:115

[12] القشیری، عبد الکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریہ، ترجمہ محمد عبد النصیر العلوی، لاہور مکتبہ رحمانیہ، ص:416

[13] البخاری، محمد بن إسماعیل، الصحیح البخاری، بیروت، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ، الأولی، 1422ھ، حدیث50، ج:1، ص:19

[14] حافظ محمد موسیٰ بھٹو، تصوف و اہلِ تصوف، حیدر آباد، سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، ص115

[15] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد:5، ص:736,37

[16] الانعام162:06

[17] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد1، ص:619

[18] التوبۃ24:09

[19] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد2، ص:191

[20] تفسیر مظہری، ج:4، ص:153

[21] یونس62:10

[22] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد2، ص:313

[23] المزمل05:73

[24] تفسیر روح المعانی، ج:15، ص:118

[25] الفتح10:48

[26] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد4، ص:539

[27] المزمل07:78

[28] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد5، ص:403

[29] علامہ محمد اقبال، بال جبریل اقبال اکیڈمی، لاہور ص65

[30] یونس62:10

[31] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد2، ص:312

[32] (16)الاعراف142:07

[33] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد2، ص:79

[34] الرعد24:13

[35] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد2، ص:488

[36] مریم59:19

[37] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، جلد3، ص:90